Policy Research Journal
ISSN (E): 3006-7030 ISSN (P) : 3006-7022
Volume 4, Issue 3, 2026

# AN OBSCURE COMPANION OF JIGAR MURABADABAI: PROFESSOR MUSHTAQUE ALLAHABADI

**Dr. Abdul Qudoos Hassan Rashid[*1], Dr. Hafeez-ur-Rehman[2]**

[*1]*Assistant professor/Incharge chairman department of Urdu Government College University Hyderabad*
[2]*Assistant professor/Incharge chairman department of Islamic Studies Government College University Hyderabad*

[*1]abdul.qudoos@gcuh.edu.pk, [2]hafeezurrehman@gcuh.edu.pk

DOI: https://doi.org/10.5281/zenodo.23279860

**Keywords**
*Post-Partition Migration (Hyderabad) Mushtaq Allahabadi Government College University Hyderabad Jigar Moradabadi (Disciples) Urdu Biographical Anthologies (Tazkaras) Forgotten Urdu Poet.*

**Article History**
*Received: 07 January 2026*
*Accepted: 17 March 2026*
*Published: 31 March 2026*

**Copyright @Author**

**Corresponding Author: ***
**Dr. Abdul Qudoos Hassan Rashid**

## Abstract
*Following the creation of Pakistan, a large number of migrants headed towards Hyderabad (Sindh). This influx included both skilled and unskilled individuals. Among them were skilled professionals who were stationed in this city based on their capabilities and administrative requirements; settling in major cities of the nascent state was not a difficult task for such talented individuals, and for those who did not have a permanent settlement elsewhere, the sheer attraction of a major city like Hyderabad was an added incentive. After relocating to Hyderabad, Mushtaq Allahabadi continued to pursue his literary and poetic passions alongside the fulfillment of his official duties. He was appointed to Hyderabad-92s ancient and historic seat of learning, Government College Hyderabad (now Government College University Hyderabad), where he served in the Urdu Department, rising from the rank of Lecturer to Professor and Head of the Department. Intriguingly, there was another faculty member in the Urdu department who shared his name but was junior to him. To differentiate between the two, fellow colleagues affectionately referred to him as "Barray Mushtaq Sahib" (Mushtaq the Elder) and the junior colleague as "Chhotay Mushtaq Sahib" (Mushtaq the Younger). Barray Mushtaq Sahib was distinctly superior to the junior Mushtaq in age, stature, and scholarly merit. Mushtaq Allahabadi held a prominent identity in the world of poetry and literature, regularly participating in gatherings with contemporary poets and intellectuals. He was among the disciples (Talamizah) of the renowned Urdu poet, Jigar Moradabadi. Whenever Jigar visited Pakistan, he would attend literary and poetic symposiums (mahfil-e-sher-o-sukhan) in Karachi and Hyderabad, holding both public and private meetings with Mushtaq Allahabadi and other scholarly figures. Given his poetic stature, it was imperative that Mushtaq Allahabadi be mentioned in the biographical anthologies (tazkaras) of Hyderabad's poets; however, his name is conspicuously absent from all such records. This research paper endeavors to fill this literary void*

## سوانحی حالات

مشتاق صدیقی ۲فروری ۱۹۱۰ء کوکھٹولا،غوث پور،الہ آبادمیں پیداہوئے۔والدین کایکے بعددیگر بچپن ہی میں انتقال ہوگیاتھا۔نانامحکمۂ پولیس پیلی بھیت میں تعنیات تھے انھیں وہاں لے آئے اورایک مدرسے میں داخل کرادیا،کچھ عرصے بعدماموں ظہیرعالم الہ آبادلے آئے اور ایک عربی مدرسہ مصباح العلوم میں داخل کردایایہ ایک بڑی درس گاہ تھی جہاں درس نظامی کے ساتھ ساتھ ملازمت کی تیاری کرائی جاتی تھی اور انگریزمیں میٹرک اور انٹر کے امتحانات بھی اس کے تحت ہواکرتے تھے۔یہاں

سے انھوں نے یوپی بورڈ سے فارسی میں "منشی"اور"منشی کامل " "عربی " "میں مولوی " ،"مولوی عالم "اور"فاضل دینیات"، "اردومیں ا علیٰ قابلیت" (High Proficiency in Urdu) فارسی میں "دبیرکامل" کا امتحان لکھنؤ یونی ورسٹی سے بی اے پارٹ ون کاامتحان آگرے سے پاس کیا۔

عملی زندگی کاآغازدرس وتدریس سے کیا۔ مصباح العلوم مدرسے میں ان کے ایک دوست محمداحمدتھے ان کے توسط سے دیانندداینگلوورناکیولرکالج دہرہ دون میں ایک استادکی اسامی کاعلم ہوا،وہاں درخواست بھیج دی ابھی ایک ہفتہ بھی نہیں گزراہوگاکہ انٹرویولیٹر آگیا،یہ مجلسی آدمی تھے۔ پرنسپل کورام کرلیااسی وقت آڈرہوگیا۔اس کالج میں اردواورفارسی کاایک ہی شعبہ تھااورآرٹس تک محدودتھاوہ ۱۹۳۱ء سے ۱۹۴۷ء تک پڑھاتے رہے۔ دیانندداینگلوورناکیولرکالج دہرہ دون میں دوران ملازمت علی گڑھ کے اسکول میں استادکی اسامی آئی،کالج سے اسکول کی ملازمت کوئی اچھی بات نہ تھی لیکن جو تنخواہ ومراعات مشتہر کی گئی تھیں وہ کالج کے مقابلے میں بہتر تھیں آپ نے انتظامیہ کے نام سفارشی خطوط لیے اور انٹرویوکے لیے حاضر ہوگئے وہاں پہنچے تومعلوم ہواکہ جومراعات مشتہر کی گئی ہیں وہ نہیں دی جائیں گی لیکن آپ نے کالج کی تنخواہ سے کم نہ لینے کااعلان کیااور وہ مختلف شرائط عائدکرکے کم تنخواہ دیناچاہتے تھے۔دہرہ دون میں ان کاقیام کرن پور نامی محلے میں تھاتقسیم ہندکے دوران ایک دفعہ ملٹری کالج کے پروفیسر اقبال کے گھر برج کھیل رہے تھے کہ اطلاع پہنچی کہ دہرہ دون میں فسادات شروع ہوگئے اورسیکڑوں مسلمانوں کوشہیدکردیاگیاہے راستے مخدوش ہیں اورگھر پہنچناایک مسئلہ ہے مسلمانوں کی۸۰ لاشیں خوددیکھی ،دہرہ دون میں مزیدقیام ناممکن لگاتوپہلے اپنے گھر الہ آباد پندرہ بیس روزقیام کیاپھر اپنے ناناکے خالہ زادبھائی محمدابراہیم کے ساتھ بمبئی اور بمبئی سے پانی کے جہازڈمراکے ذریعے کراچی چلے آئے ۔نئے وطن میں ملازمت کامسئلہ پیش آیاچوں کہ تعلق لکھنے پڑھنے سے تھااورکالج میں ملازمت کرتے رہے تھے لہٰذا یہاں بھی اسی ملازمت کے لیے دوڑدھوپ کی،اس وقت ناظم تعلیمات جسے ڈائریکٹر آف پبلک انسٹرکشن کہاجاتاتھاملازمت کے لیے درخواست دی اس وقت دفتر بندرروڈ پر پرانی اسمبلی کی بلڈنگ پر تھاداؤدپوتاناظمِ تعلیمات تھے ۔انھوں نے ان کی تعلیم اورتجربے کومدنظر رکھتے ہوئے عربی کے چندجملے بنانے کوکہا لیکن مطمئن نہ ہوسکے اس پر انھوں نے کہاکہ لیکچررشپ کے بجائے اسکول میں تعیناتی کی پیشکش کی۔ایک سفارش لگوائی اور کہاکہ گورنمنٹ کالج حیدرآباد [۱]چلے جاؤ۔وہاں پرنسپل ڈاکٹر ڈوارٹ ہے۔انھیں اردوکے استادکی ضرورت ہے ۔۵ نومبر ۱۹۴۷ء کوحیدرآبادپہنچے اور عامل کالونی میں رہائش اختیار کی۔ ۲۹نومبر ۱۹۴۷ء کوگورنمنٹ کالج حیدرآبادمیں لیکچرر مقررہوئے جب ملازمت کی تصدیق (Endorsement)کے لیے تقررنامہ ناظم تعلیمات داؤدپوتاکے پاس پہنچاتوانھوں نے ضابطے کے مطابق پرنسپل سے وضاحت چاہی کہ بغیرایم اے کے کس طرح ملازمت دی،یہ وضاحت کے لیے کراچی میں دوڑدھوپ کرنے لگے اسی دوران ایک کلرک نے یونی ورسٹی کوڈ کی کاپی فراہم کی جس کے مطابق اگرامیدوارنے غیرمعمولی کام کیاہے تواس کے لیے اہل ہے داؤدپوتاکی سربراہی میں ایک کمیٹی بنی جس نے ان سے وضاحت مانگی اور انھوں نے کہااپناتصنیفی کام پیش کردیاان کی لکھی ہوئی کتابیں پنجاب میں پڑھائی جاتی ہیں۔آٹھویں درجے تک کی یہ نصابی کتب پنجاب کے پانچ اضلاع میں بچوں کے کورس میں شامل تھیں کمیٹی اس جواب سے مطمئن ہوگئی۔۱۹۵۲-۵۳ء میں مجوزہ پروفیسرزکی لسٹ شائع کی گئی جنھیں ترقی دی جانی تھی لیکن اس میں پروفیسر مشتاق احمدکانام نہیں تھاایک ساتھی پروفیسر حنیفنے انھیں کرایے وغیر ہ کے پیسے دیے اورکہاکہ چیف سیکریٹر ی آپ کے واقف کار ہیں فوراًجاکر اِن سے ملویہ وہاں گئے اور ان سے ملے۔ چیف سیکریٹری نے ناظم تعلیمات کوایک گھنٹے میں تمام تر تفصیلا ت سے آگاہ کرنے کاکہاایک گھنٹے میں تمام ترکراچی سے لاہور میں چیف سیکریٹری کوآگاہ کیاچیف سیکریٹری نے گورنر مغربی پاکستان نوابکالاباغ سے دستخط کرالیے۔یوں ان کی ترقی ہوگئی ، ترقی کرتے کرتے پروفیسر ہوئے۔[۲]۱۹۵۳/۱۹۵۲ء ہندوستان میں ہندوستان گئے۔ پروفیسر ڈاکٹر آصف جاہ کاروانی کے بعد۱۹۶۱ء سے ۱۹۶۶ء تک دوسرے صدر شعبہ, اردومقررہوئے اوراس وقت کے دستور کے مطابق ۵۸ برس کی عمر میں ریٹائرڈ ہوئے۔سرکاری ملازمت کے بعد انشورنس کمپنی میں ملازمت کی۔۱۹۷۳ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔کوئی قابل ذکر مرض لاحق نہ تھا البتہ دل بڑھاہوا تھا ۔ ۲۰۰۰ء میں کراچی میں انتقال ہوا۔سخی حسن قبرستان میں تدفین ہوئی۔[۳]

**اہل خانہ**

مشتاق الہ آبادی نے دوشادیاں کی تھیں ۔پہلی بیوی کاانتقال تقسیمِ ہندسے قبل ہوا۔دوسری شادی قیامِ پاکستان کے بعد عزیز فاطمہ سے کی جن سے چار لڑکیاں اور دولڑکے تولد ہوئے۔اولادمیں لڑکیاں ہیں اور لڑکے امجدصدیقی اور ارشدصدیقی ہیں۔سب سے بڑی بیٹی کاانتقال ہوچکاہے۔اہلیہ عزیز فاطمہ کی بیماری کے سبب علاج معالجے کے لیے کراچی رخ کیا۔ اہلیہ کا اکتوبر ۱۹۷۵ء میں انتقال ہوا۔انتقا ل کے بعدلطیف آبادیونٹ ۵ میں موجودذاتی مکان فروخت کرکے مستقل کراچی منتقل ہوگئے۔[۴]

**شخصیت**

شعبہ اردو میں ان کے ہم نا م ایک اور استاد تھے جواِن سے جونیئرتھے۔ساتھی اساتذہ اِنھیں بڑے مشتاق صاحب اوراُنھیں چھوٹے مشتاق صاحب کہ کر امتیاز پیدا کرتے ۔بڑے مشتاق صاحب عمر ، قد اور لیاقت میں بھی جونیئرمشتاق سے نمایاں تر تھے۔[۵]پروفیسر مشتاق ایک مجلسی آدمی تھے ۔ گفتگوکے فن سے آگاہ تھے جہاں بیٹھتے چھاجاتے تھے بقول ڈاکٹر احمررفاہی : "ان جیساپروفیسر آج تک گورنمنٹ کالج حیدرآبادکومیسر نہیں آیا۔الوداعی تقریب میں تمام اساتذہ نے متفقہ طورپرایک قراردادمنظورکی کہ آئندہ ہراہم تقریب میں پروفیسر مشتاق کومدعوکیاجائے گااس بات کی سرکاری اہمیت تونہیں تھی لیکن یہ اِن کی ہردلعزیزی کامنھ بولتاثبوت تھا۔بعدازاں یہ اعزازکسی اور کونصیب نہیں ہوا۔مشتاق صاحب کوکھیلوں سے بہت د ل چسپی تھے

والی بال کے کھلاڑی کی حیثیت سے وہ پورے ہندوستان میں مشہورتھے جب وہ یہاں آئے توکوئی اس کھیل کے متعلق جانتاتک نہ تھا انھوں نے اس شعبے کی داغ بیل ڈالی اور گیم انچارج مقررہوئے ،ناصرف کالج بلکہ سندھ یونی ورسٹی کی ٹیمیں لے کر پورے ملک میں کھیلا۔بھارت میں بجنور وغیرہ تک گئے ۔برج کھیلنے کے بے حدشوقین تھے گھنٹوں برج کھیلاکرتے تھے۔ جگر مرادآبادی کے اُن مصاحبین میں سے تھےجوبرج کاشوق رکھتے تھے۔ جگرؔجب کبھی حیدرآبادآتے توان کے ساتھ موتی محل میں برج کھیلتے تھے دونوں کی باہم دوستی کی ایک بڑی وجہ یہی برج کاکھیل تھا۔ مشتاق الہ آبادی نہایت شریف النفس اورمنکسرالمزاج واقع ہوئے تھے ہر ایک ان کااحترام کرتاتھاشایدہی کسی کوان سے کبھی کوئی شکایت رہی ہو،انھیں شہرکے علمی وادبی حلقوں میں عزت کی نگاہ سے دیکھاجاتاتھا۔“[۶]

**مشاہیرادب سے مراسم**

مشتاق الہ آباد ی کی اہل علم وادب سے دوستیاں اور مراسم تھے ان میں میں جگرمراد آبادی سب سے نمایاں ہیں۔جگر استادشاگردی کے سلسلہ سے اجتناب کرتے تھے لیکن کسی نے بضداصلاح لیناچاہی توانکار بھی نہیں کیا۔مشتاق الہ آباد کاشماربھی مصاحبین اور اصلاح لینے والوں میں کیاجاسکتاہے۔جگر ؔ اِ س سلسلے سے گریز کرتے تھے مگر مشتاق الہ آبادی کی جانب سے اصلاح لینے کے کوئی شواہد نہیں ملتے۔جگر ؔ سے مراسم تقسیمِ ہندسے قبل اُس وقت سے تھے جب جگردہرہ دون آتے تھے وہاں ملاقات رہتی۔قیامِ پاکستان کے بعد۵۰ ء کے عشرے میں جگرؔ پاکستان آتے تو کراچی اور حیدرآبادضرورآتے۔حیدرآبادمیں جگرؔ کاقیام حافظ مبارک علی شاہ کی رہائش گاہ موتی محل گاڑی کھاتہ میں ہوتااور وہیں ادبی نشستیں ہوتی تھیں اس میں مشتاق الہ آبادی بھی شریک ہوتے اور یہ ملاقاتیں اورنشستوں میں شرکت جگرؔ سے مراسم کے سبب تھیں ورنہ مشتاق الہ آبادی کے دستیاب سوانحی حالات کے مطابق نشستوں میں شرکت کااحوال نہیں ملتا۔جگرؔ سے مراسم کی بابت تقویت شارب ردولوی کے قول سے بھی ملتی ہے۔مشتاق الہ آبادی سے شارب کے دوستانہ کے دوستانہ تعلقات تھے جس کاذکر شارب ؔنے اپنی تصنیف”جگر فن اور شخصیت “مطبوعہ الہ آباد،۱۹۶۱ء میں کیا ہے اور بتایاہے کہ مشتاق احمدنے دہرہ دون میں اس تصنیف کے سلسلے میں تعاون کیاہے ۔[۷]جگرؔ دہرہ دون آتے تویہاں وہ حکیم شاہ قمیش احمدقدوسی کیفؔ گنگوہی[۸]کی رہائش گاہ پر قیام کرتے ۔رہائش گاہ سے متصل مطب تھاوہی بیٹھک تھی جہاں مشتاق الہ آبادی بیٹھک کرتے تھے حکیم قمیش اور جگرؔ سے ملاقاتیں اور نشستیں رہتی تھیں۔ڈاکٹر آصف جاہ کارونی[۹]گورنمنٹ کالج حیدرآبادمیں شعبہ اردوکے اولین صدرشعبہ تھے۔ انھی کے دور میں مشتاق احمدنے اس ادارے میں جوائننگ دی یوں ان کے مراسم ڈاکٹر آصف جاہ کاروانی سے قائم ہوئے اور سبک دوشی کے بعد مشاق احمددوسرے صدرشعبہ ہوئے ۔مشتاق احمدکے دور میں احمدحسین(ڈاکٹراحمررفاہی)نے شعبہ اردوجوائن کیااور مشتاق احمدکی سبک دوشی کے بعدڈاکٹر احمر رفاعی کرسی نشین ہوئے۔ڈاکٹر احمر رفاعی نے ان سے تعلقات کاخصوصی ذکر کیاہے۔دیگر اساتذہ اور شعراسے بھی قریبی تعلقات تھے۔[۱۰]

IIER
Institute for Excellence in Education & Research

**تصانیف**

پروفیسر مشتاق احمدکوعربی وفارسی پر اچھی دسترس تھی۔آٹھویں درجے تک درسی کتب لکھیں جوپنجاب کے پانچ اضلاع کے کورس میں شامل تھیں۔ ایک مزاحیہ مضامین کامجموعہ ‘‘عناب ،بہدانہ اورسپتاں”لکھا اس مجموعے کی وجۂ تسمیہ یہ تھی کہ حکیم قمیش ہر ایک مریض کونسخے میں یہ تین اجزاضرور شامل کرتے تھے۔مجلہ ‘‘پھلیلی”کے دو شمارے ۱۹۶۰ ء اور۱۹۶۱ء کے اردوحصے کے مدیر تھے ۔[۱۱]

**بہ طور شاعر**

مشتاق الہ آبادی نے بیس اکیس برس کی عمر میں شاعر ی کاآغازکیا۔غلام محمدحاضرؔ سے دوستی تھی جو خود بھی ایک اچھے شاعرتھے۔ کیڈٹ کالج پٹارومیں ملٹری ٹھکیدار تھے۔ دونوں تحریکِ پاکستان کے جلسوں میں نظمیں پڑھاکرتے تھے۔[۱۲] مشتاق الہ آبادی نے تقریباً تمام شعری اصناف میں طبع آزمائی کی ہے البتہ غزل گوئی کی جانب رجحان خاص تھامشتاق احمدالہ آبادی کے نام سے معروف تھے ان کانمونۂ کلام دیکھیے:

جب تک جبینِ شوق میں وارفتگی رہی
ہر لغزشِ حیات مری بندگی رہی
جلوے اگرچہ لاکھوں نظر سے گزرگئے
ویرانِیِ دل جو کبھی تھی ،وہی رہی
ہر کاروانِ زیست لٹا شاہراہ پر
دنیائے بے ثبات کھڑی دیکھتی رہی
ابھرا کیے جہاں میں ابراہیم کے نقوش
ہر چند ہم میں رسم و رہِ آذری رہی

زندگی اک رہ گزر ہے ،موت انجامِ حیات

ہے اسی قانون کی پابند ساری کائنات
اس تما شا گاہِ عالم کا یہی دستور
ہے
ہے فنا سب کے لیے اور ذاتِ باری کو ثبات
جس طرح افسانے سنتے سنتے آجاتی ہے نیند
دن تھکادیتا ہے جیسے اور سلادیتی ہے رات
یونہی آغوشِ فنا میں سب کو نیند آجائے گی
چڑ ھ کے کاندھوں پر لحد تک سب کی جائے گی برات

اب نہ قیدِ زندگی ہے نہ فکر بیش و کم
اب نہ بیماری، نہ آزارِ جہاں کاکوئی غم
اب سکوں کی بھی ضرورت تھی بہت، آخر کہ وہ
سہتے سہتے تھک گئی تھی زندگانی کے الم
خود تو آسودہ ہے جاکر قبر کی آغوش میں
جس کورکھنا ہو ،وہ ابرکھتا پھرے گا گھر کا بھرم
سارے رشتے زندگی کے ساتھ تھے ،اب کچھ نہیں
ایک رشتہ ہے دعاؤں کا جو کرسکتے ہیں ہم
[۱۳]

جلوے ہی جلوے آٹھ پہر، کچھ نہ پوچھیے
کیسی ہے شام کیسی سحر، کچھ نہ پوچھیے
طوفِ حرم کہ نورِ مجسم ہے سامنے
وارفتگیِ قلب ونظر کچھ نہ پوچھیے
زمزم سے دھو رہا ہوں گناہوں کے داغ کو
تر دامنی ہے پیشِ نظر، کچھ نہ پوچھیے
کچھ ساتھ نہ اشکِ ندامت کے سوا
بے مائیگیِ زادِ سفر کچھ نہ پوچھیے

کچھ اور نہیں کیا ،ہم نفسو! حسن و لب و دنداں کی باتیں
جب دیکھو نشیمن کے چرچے ،جب دیکھو گلستاں کی باتیں
جیتے ہیں کچھ اس انداز سے ہم اس دور میں ،اے یارانِ
وطن!
آزاد فضا میں ہوں جیسے مجبوریِ زنداں کی باتیں

[۱۴]

**شعرا وادباکی آرا**

پروفیسر ڈاکٹر سیدعتیق احمدجیلانی کہتے ہیں : "مشتاق الہ آبادکاکلام دیکھنے سے اندازہ ہوتاہے کہ شاعر تھے "۔[۱۵]

**بہ طورِ نثر نگار**

نثر میں بھی مشتاق احمد کاکام بکھراہواہے ۔بہ حیثیت نَثّارمشتاق احمدنے تدریسی ادب،بچوں کا ادب ،مضمون نویسی(طنزومزاح )اورادبی صحافت کے تخلیقی صلاحیتوں کااستعمال کیاہے ان کا اب تک جو دستیاب کام سامنے آیاہے ان میں آٹھویں درجے تک درسی کتب ہیں جوپنجاب کے پانچ اضلاع کے کورس میں شامل رہی ہیں۔یہ کتب تدریسی اہمیت کے ساتھ ساتھ بچوں کے ادب سے متعلق ہیں یہ کتب ایک کڑے معیار اور قدم قدم پر سرکاری منظوری کے بعد رائج ہوئیں جو ایک طرف بچوں کی تدریسی

ISSN (E): 3006-7030 ISSN (P) : 3006-7022 Volume 4, Issue 3, 2026

ضروریات کوپوراکرتی تھیں دوسری جانب نونہالانِ وطن کی ادبی تربیت اور ذوق کی آبیاری میں ممدومعاون تھیں ۔ادبی لحاظ سے بچوں کی ضروریات کے لیے اس طرح کا متنوع اصنافِ ادب پیش کیاجس سے متنوعِ ماحول سے بھی مطمئن تھا۔ مضمون نگاری میں ایک "انٹرویوباملاحظہ "ہے ۔یہ مضمون اس وقت لکھا جب انھیں علی گڑھ میں ملازمت کے لیے انٹرویو کی غرض سے بلایاگیالیکن تقررمیں اشتہار کی مناسبت سے تنخواہ نہ تھی اور کم تنخواہ پر ملازمت قبول انھیں کرنا گوارانہ تھایوں معاملہ بن نہ سکااور انھوں نے اس واقعے پر طنزیہ مضمون لکھ ڈالا۔ ایک مزاحیہ مضمون"عتاب ،بہدانہ اورسپتاں"کے عنوان سے لکھا۔یہ مضمون اُس دور کی یادگار ہے جب یہ ودیانندااینگلوورنیاکلر کالج دہرہ دون میں ملازم تھے اور فارغ اوقات میں حکیم قمیش کے مطب /بیٹھک میں بیٹھاکرتے تھے اور حکیم صاحب ہر مریض کو ان تین اجزاپر مشمل دوا ضروردیتے تھے، مسلسل مشاہدے نے انھیں مضمون لکھنے کی تحریک دی ۔جب مشتاق احمدشعبہ, اردو گورنمنٹ کالج حیدرآبادمیں فرائض منصبی انجام دے تھے اس دوران میں شعبۂ اردومیں سینئرترین پروفیسر ہونے کے سبب کالج کی روایت کے مطابق مجلہ پھلیلی کے حصہ اردو کی ادارت کی ذمہ داری تھی ۔اس ذمہ داری کونبھاتے ہوئے اردو حصے کے دو شمارے ۱۹۶۰ ء اور۱۹۶۱ء ان کی ادارت میں جاری ہوئے۔

**اختتام**

مشاق احمدجنھیں عام طور پر پروفیسر مشتاق احمدکہاجاتاہے۔بچے"بھائی جی" کالج کے ساتھی اساتذہ اور عملہ امتیازی حیثیت دینے کے لیے بڑے مشتاق صاحب ،اہل محلہ پروفیسر صاحب،مشتاق صاحب، مولوی مشتاق اور ادبی دنیامشتاق الہ آبادی کہتی تھی۔ان کی شخصیت کے کئی پہلو ہیں بہ طورِادیب وشاعر انھوں نے نظمیں ،غزلیں،قطعات سمیت متعدد اصناف میں طبع آزمائی کی ۔اپنے دور کے ممتازترین شعراکی صحبت اختیار کی اوران سے بالواسطہ اوربلاواسطہ کسبِ فیض حاصل کیاجس سے ان کے کلام میں فکری بالیدگی اور فنی پختگی آئی۔بہ طورِنثر نگاردرسی کتب کی تیاری،تصنیف وتالیف کی ہیں۔یہ درسی کتب اٹھویں جماعت کے طلبہ کی ذہنی سطح کے مطابق بچوں کے ادب سے متعلق ہیں اس لحاظ سے مشتاق احمدبچوں کاادیب بھی کہا جاسکتاہے۔ نثر میں صنفِ مضمون نویسی اورمزاح نگاری میں کام نظر آتاہے۔اگر صنفِ طنزومزاح کو جداجداکرکے دیکھاجائے تو "انٹرویوباملاحظہ "طنزیہ مضمون ہے اور"عتاب ،بہدانہ اورسپتاں " مزاحیہ تحریر ہے۔بہ طورِ ادبی صحافی مجلہ"پھلیلی "حیدرآبادکا اردوحصہ کم ازکم دوسال تک انھی کی ادارت میں شائع ہواہے۔ان کے دور میں۲۰جنوری۱۹۶۲ء کوبزم اقبال کے تحت شعبہ/ اردوگورنمنٹ کالج حیدرآباد میں مشاعر ہ ہوا۔پرنسپل احمدسعید خان نے صدارت کی۔[١٦]

**حواشی وتعلیقات**

ے۱۔ گورنمنٹ کالج حیدرآباد: اسے گورنمنٹ کالج کالی موری ،گورنمنٹ کالج پھلیلی بھی کہا جاتاہے۔کالج کے سوسالہ قیام (قائم شدہ:یکم اکتوبر۱۹۱۷ء)کے بعد۲۰۱۸ء میں اسے جامعہ کا درجہ دیا ہے اب اسے گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی حیدرآبادکہاجاتاہے۔"گورنمنٹ کالج حیدرآباد" ا سکاحصہ ہے اور انٹرمیڈیٹ تک درس وتدریس کی جاتی ہے۔www.gcuh.edu.pkپروفیسر محمد حنیف سے مشتاق صاحب کے مراسم تھے۔پروفیسر حنیف فلسفے کے پروفیسر تھے۔گورنمنٹ کالج حیدرآبادمیں تھے۔ازاں بعد ٹھٹھہ کالج کے پرنسپل ہوئے،کراچی منتقل ہوئے ۔بقائی اسپتال میں بیٹی ڈاکٹر ہیں۔ ڈاکٹر احمررفاعی ص ۱۴ مجلہ "پھلیلی"۲۰۱۷ء۔

ے۲۔ ص ۱۴ "سنہرے دن" از ڈاکٹر احمررفاعی ،مجلہ "پھلیلی"پ ۲۰۱۷ء۔

ے۳۔انٹرویوسعیدیہ ابصار بنت مشتاق الہ آبادی،۱۹ جون ۲۰۲۶ء۔

ے۴۔ایضاً

ے۵۔فخرالدین کیفی۔مشتاق جونیئر:شیخ مشتاق احمد ۱۹ستمبر۱۹۳۵ء کوپیداہوئے ابتدائی تعلیم کے بعدایم اے پاس کیااور ۶ ستمبر۱۹۶۳ء کوبطور لیکچرر مسلم ہسٹری مقررہوئے۔شیخ مشتاق نے گورنمنٹ کالج میرپورخاص اور گورنمنٹ کالج کوٹری میں اپنی خدمات انجام دیں۔بعدمیں ۱۹۷۸اسسٹنٹ پروفیسر مقررہوئے ۔۱۴اپریل ۱۹۸۰ء گورنمنٹ کالج حیدرآبادجوائن کیا۔تعلیمی خدمات کے حوالے سے جانے جاتے ہیں۔آپ نے تعلیمی خد مات انجام دیتے ہوئے ۱۸ستمبر۱۹۹۵ء کوریٹائرمنٹ لی۔

ے۶۔پروفیسرڈاکٹر احمدحسین احمررفاعی شعبۂ اردو گورنمنٹ کالج حیدرآبادمیں اُس وقت بہ حثیت لیکچررآئے جب پروفیسر مشتاق احمدصدر شعبہ تھے ازاں بعدصدرشعبہ(۱۹۶۹ء سے۱۹۷۷ء تک)رہے اور ۱۳دسمبر۲۰۲۴ء کو کراچی میں انتقال کیا۔ انھیں جگرؔمرادآبادی پر اختصاص حاصل تھااس لیے ان کی شناخت ماہر جگریات کی ہے۔

ے۷۔ "مشتاق احمدتعاون کرنے والے دوستوں میں شامل تھے۔" اَزشارب ۔ص ۱۲، "جگر فن اور شخصیت "شارب ردولوی ،الہ آباد،۱۹۶۱ء۔ازاں بعد شارب ردولوی نے ۱۹۹۹ء میں حیدرآبادآئے اور یہاں پریس کلب حیدرآباد میں لیکچردیا۔

ے۸۔حکیم شاہ قمیش احمدقدوسی کیفؔ گنگوہی:سہارن پور کے قصبے گنگوہ کے تھے اور درگاہ قدوسی گنگوہی کے سجادہ نشین تھے۔پیشے کے لحاظ سے حکیم تھے۔پہلے دہلی پھر دہرہ دون میں رہے ۔دہرہ دون میں مطب کرتے تھے۔ایک عمدہ شاعرتھے۔ ان کا تمام کلام عامرمصطفی رضوی نے"کلیاتِ کیف " کے نام سے یکجاکرکے دہلی سے شائع کیاگیاہے۔جگر کے دوستوں میں سے تھے۔جگر دہرہ دون آتے تو ان کے مطب پر بیٹھک ہوتی،مشتاق الہ آبادی دہرہ دون میں ملازم تھے ان کا مطب میں بیٹھک کرنا معمول تھا۔

ے۹۔ڈاکٹر آصف جاہ کارونی:گورنمنٹ کالج حیدرآبادمیں شعبہ اردوکے اولین سربراہ تھے۔

https://harf-o-sukhan.com/index.php/Harf-o-sukhan/article/view/1473

IEER Institute for Excellence in Education & Research

ISSN (E): 3006-7030 ISSN (P) : 3006-7022 Volume 4, Issue 3, 2026

۱۰۔ص ۲۲۰ ”حضرت جگر کے ایک مصاحب پروفیسر مشتاق احمداللہ آبادی “ مشمولہ ”جگر مرادآبادی احوال وافکار“ ڈاکٹر احمررفاعی، ۲۰۰۷ء ،کراچی۔

۱۱۔ ”پھلیلی“ گورنمنٹ کالج حیدرآباد کاعلمی،ادبی اور تعلیمی نوعیت کامجلہ تھا۔لفظ ”پھلیلی “ کے متعلق کہاجاتاہے کہ دریائے سندھ کے بائیں کنارے سے ایک بین الاضلاعی نہر نکلتی ہے۔اس نہر کے دائیں بائیں پھولوں کی کثرت تھی۔اسی نہر کے کنارے کے بائیں کنارے پر کالج قائم ہے ۔”پھلیلی“ نہرکی نسبت مجلہ کانام رکھا گیا۔یہ مجلہ پروفیسر مشتاق کے دور میں چار زبانوں اردو،عربی،سندھی اورانگریزی میں شائع ہوتاتھا۔ازاں بعدسہ لسانی ہوگیا۔

۱۲۔ص ۲۲۰ ”حضرت جگر کے ایک مصاحب پروفیسر مشتاق احمداللہ آبادی “ مشمولہ ”جگر مرادآبادی احوال وافکار“ڈاکٹر احمررفاعی، ۲۰۰۷ء ،کراچی۔

۱۳۔ایضاً۔

۱۴۔ص ۲۰۔ایضاً۔

۱۵۔شاعراورسابق پروفیسر شعبہ ءاردو،جامعہ ء سندھ ،جام شوروڈاکٹر سید عتیق احمدجیلانی شاعر کے متعلق استفسار پر بتایا: ”[پروفیسر مشاق الہ آبادی بہ طور شاعر]مناسب ہیں،کیوں کہ صرف دواغلاط نظرآئی ہیں :سواکے معنی میں ماسواکااستعمال ۔ویرانی کی جگہ ویرانگی۔“رائے بہ ذریعہ واٹس ایپ 03462320838۔۲۸ستمبر۲۰۲٦ء۔

۱٦۔ ”اداریہ حصہ /سندھی “، ”مجلہ پھلیلی“ ۱۹٦۲ء۔۱۹٦۰ء۔